صحیفۂ سجادیہ میں معرفت انسان

مؤلف: عبدالحمید فرزانہ
مترجم: مولانا شیخ ممتاز علی

انسان وخدا کے عاشقانہ رابطہ کی بے حد حسین تصویر کشی کرنے والی کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ صحیفۂ سجادیہ سیاسی، اجتماعی، اخلاقی، نفسیاتی، فلسفی، علمی اور اقتصادی موضوعات کی بھی حامل ہے۔اس مقالہ میں صحیفۂ سجادیہ کی روشنی میں انسان کی معرفت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ہم نے سب سے پہلے انسانی معرفت کا امام سید سجادؑ کے نکتۂ نظر سے ایک کلی جائزہ لیا ہے پھر انسان کے مثبت، منفی صفات، قوی اور ضعیف پہلو اور صعود و سقوط کے عوامل بیان کئے گئے ہیں، آخر میں ایک آئیڈیل انسان کی خصوصیات کو بتایا گیا ہے جو خدا کے محبوب اور کامل انسان کی تصویر ہے جسے بنانا اور پیش کرنا تمام انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام کا مقصد تھا۔

پیغمبروں اور اولیائے الٰہی کی دعاؤں میں بندہ اور معبود کے عاشقانہ رابطہ کی تجلی کے علاوہ بہت سے سبق آموز اور معرفت سے لبریز دوسرے نکات بھی موجود ہیں۔اپنے تاریخی حالات اور اپنے زمانہ کے سیاسی گھٹن کی بناپر صحیفۂ سجادیہ کی دعائیں اپنے مختلف پہلوؤں کی وجہ سے منحصر بہ فرد ہیں کیوں کہ آپ کو دینی معارف کی تبلیغ کا مناسب موقع میسر نہیں تھا۔ظالم وجابر حاکم کے خوف سے نہ صرف یہ کہ لوگ آپ کی تعلیمات سیکھنے کے لئے آمادہ نہیں تھے بلکہ آپ سے کسی طرح کا بھی رابطہ رکھنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ اس وجہ سے آپ نے سیاسی، اجتماعی تعلیمات اور تمام دینی معارف کو دعاؤں کی زبان میں اپنے معبود سے راز ونیاز کے پیرایہ میں بیان کردیا۔

اس مقالہ میں چوتھے امامؑ کے نکتۂ نظر سے انسان کی معرفت کو دعاؤں کی عبارتوں میں تلاش کرکے پیش کیا گیا ہے۔اصل موضوع پیش کرنے سے پہلے ہم اسلام کی نظر میں انسان کی کلی معرفت کو پیش کرتے ہیں۔

انسان کی تخلیق کے سلسلہ میں قرآنی آیتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان کے اندر دو پہلو پائے جاتے ہیں۔ ایک حصہ اس کے مادی وجود سے متعلق ہے: "ہم نے تمہیں لسدار مٹی سے پیدا کیا"۔[۱] دوسرا حصہ معنوی اور روحانی پہلو ہے۔ قرآن کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابو البشر کے اندر اپنی روح پھونک کر اسے انسانی حیات کا لبادہ عطا کیا:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ﴿۲۸﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ۔ ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو کہ جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا تھا کہ میں سیاہی مائل نرم کھنکھناتی ہوئی مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ پھر جب مکمل کرلوں اور اس میں اپنی روح حیات پھونک دوں تو سب کے سب سجدہ میں گر پڑنا۔[۲]

اسلامی نقطہ نظر سے انسان اپنی ساخت کے اعتبار سے اچھا اور برا بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ خدا کے دئے ہوئے اختیار کی بنا پر حیوانیت یا الوہیت کا راستہ منتخب کر سکتا ہے:

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ﴿۷﴾ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴿۸﴾ قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا ﴿۹﴾ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا۔ ترجمہ: اور نفس کی قسم اور جس نے اسے درست کیا ہے۔ پھر بدی اور تقویٰ کی ہدایت دی ہے۔ بے شک وہ کامیاب ہوگیا جس نے نفس کو پاکیزہ بنالیا۔ اور وہ نامراد ہوگیا جس نے اسے آلودہ کردیا ہے۔[۳]

اسلام کی نگاہ میں انسان ایک ایسا موجود ہے جس میں غریزہ بھی ہے اور فطرت بھی۔ اگر غریزہ غالب آتا ہے تو وہ حیوانیت اور بدبختی سے دچار ہوتا ہے اور اگر فطرت غالب آتی ہے تو وہ قرب الٰہی کی منزل تک پہونچ جاتا ہے۔

۱۔ إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ (سورہ صافات، آیت ۱۱)
۲۔ سورہ حجر، آیات ۲۸، ۲۹
۳۔ سورہ شمس، آیات ۷-۱۰

صحیفۂ سجادیہ میں انسان

انسان کی پیدائش اور اس کی ساخت

اگر انسان کی خواہشوں، اخلاق و رفتار اور قوت وضعف کو اچھی طرح پہچاننا چاہیں تو ابتدا میں انسان کی پیدائش اور اس کے اندر ودیعت رکھی گئی چیزوں پر غور کرنا ہوگا جس کی بنیاد پر خدا نے اسے ذمہ دار بنایا ہے۔

انسان کا آغاز وانجام: صحیفۂ سجادیہ کی مختلف دعاؤں کی بنیاد پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان ایک غیر ازلی مخلوق ہے اور وہ کسی حادثہ کی پیداوار نہیں ہے یا کسی ناخواستہ حرکت کی بنا پر عالم وجود میں نہیں آیا ہے بلکہ اسے کسی مقصد کے لئے خلق کیا گیا ہے۔

حضرت امام زین العابدینؑ خداوند عالم کی حمد وثنا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِبتَدَعَ بِقُدرَتِهِ الخَلقَ اِبتداعاً و اختَرَعَهُم عَلی مَشِیَّتِهِ اِختراعاً۔ ترجمہ: اس نے اپنی مخلوقات کو اپنی قدرت کے ذریعہ بلا کسی نمونہ کے ایجاد کیا۔[۱]

وَ انتَ اللهُ لا الهَ اِلاّ انتَ الاَوَّلُ قبلَ کُلِّ اَحَدٍ و الاخِرُ بعدَ کُلِّ عَدَد۔ ترجمہ: تو ہی خدا ہے تیرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، ہر ایک سے پہلے تو اول اور آغاز ہے اور ہر چیز کے بعد تو آخر اور مرجع ہے۔[۲]

امامؑ کی نظر میں خدا ہر چیز سے پہلے اور مقدم ہے اور انہیں موجودات میں سے ایک موجود انسان بھی ہے۔ بشر ممکن الوجود ہے جس کا آغاز بھی ہے اور انجام بھی ہے۔

انسانی اخلاق اور برتاؤ کی صلاحیت: امام سید سجادؑ کی نظر میں ہدایت وگمراہی اور شکر وکفر کا منشاء اس کا وجودی ساخت ہے، جیسا کہ قرآن مجید بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان کمال تک پہونچے اور خدا کا بندہ بننے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ حیوانیت اور اس سے پست مقام تک بھی پہونچ سکتا ہے:

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعاء۱، بند ۳

۲۔ ایضاً، دعاء۴۷، بند ۹

ثُمَّ سَلَکَ بِھِم طَرِیقَ اِرَادَتِہِ وَ بَعَثَھُم فِی سَبِیلِ مُحَبَّتِہِ ترجمہ: اس نے (موجودات کو پیدا کیا) پھر سب کو اپنے ارادہ کے راستہ پر لگادیا اور اپنی محبت کی راہ پر چلنے کے لئے آمادہ کردیا۔[۱]

اس بنا پر خدا اور پاکیزگی کی طرف میلان کا جذبہ انسان کے اندر موجود ہے۔ اب انسان اپنی عقل اور ارادہ کی بنا پر اپنی فطری کشش کا مثبت جواب دے پھر حیوانی پہلو کے تحت دوسرا راستہ اختیار کرے۔ وہی راستہ جس کی شر سے سید سجادؑ خدا سے پناہ کے طلبگار ہیں۔[۲]

انسان کے امتیازات

صحیفۂ سجادیہ کی بہت سی دعاؤں میں انسانی نیک صفات اور مثبت خصوصیتیں بیان ہوئی ہیں۔ ان میں سے یہاں بعض کا ذکر کیا جائے گا:

خداپسندی: اگر انسان اپنے اندرونی تاثرات سے محفوظ رہے تو فطری طور پر خدائے یکتا کی طرف اس کا جھکاؤ ہوگا۔ امام سید سجادؑ نے مختلف مواقع پر دعا کی زبان میں انسان کے اس میلان کا ذکر کیا ہے۔ کبھی پروردگار کی حمد و ثنا کی زبان میں خالق ہستی کے لئے اس کے سوز و گداز کا ذکر ہے تو کبھی خواہش اور درخواست کی صورت میں اس حقیقت کو بہترین الفاظ کے لباس میں سجا کر پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً صحیفۂ سجادیہ کی پہلی دعا میں اول اولین اور آخر آخرین کے پیرایہ میں حمد و ثنائے پرودگار کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ خدا ہے جس نے مخلوقات کو اپنی قدرت و مشیت سے پیدا کیا پھر اس نے انسان کو اپنی راہ اور اپنے ارادہ پر رواں کردیا اور انہیں اپنی محبت کے راستہ پر ابھارا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ اس نے خدا دوست اور خدا کو تلاش کرنے والی فطرت پر انسان کو پیدا کیا۔

خدا کی سب سے برتر مخلوق: قرآن مجید میں انسانوں کو خلیفۃاللہ[۳] کے عنوان سے خدا کی سب سے برتر مخلوق کے طور پر یاد کیا گیا ہے اور پروردگار نے اس کی پیدائش پر اپنے آپ کو بابرکت بنایا ہے[۴]۔ امام زین العابدینؑ نے بھی

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۱، بند ۴
۲۔ الٰہی قمشہ ای، ترجمہ صحیفہ سجادیہ، ص ۵۷۲
۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۰
۴۔ سورہ مومنون، آیت ۱۴

خدا کی حمد و ثنا کے ضمن میں تمام مخلوقات پر انسان کی برتری کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

"اس خدا کی تعریف ہے جس نے خلقت کی اچھائیوں کو ہمارے لئے منتخب کیا اور پاکیزہ روزی عطا کی اور تمام مخلوقات پر ہمیں تسلط اور توانائی عطا کی"۔[۱]

مادہ سے بلند: امام سجادؑ نے مختلف دعاؤں میں خدائے منان سے اپنے لئے جو حاجتیں طلب کی ہیں اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان مادہ سے بلند ہے۔ جسمانی اور روحانی دونوں پہلو جب کمال تک پہونچ جائیں تب انسان اپنے مخصوص کمال تک پہونچ سکتا ہے۔ انسان کی معنوی ضرورتیں اس کی مادی ضرورتوں سے زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ مثلاً امامؑ صحیفۂ سجادیہ میں ایک مقام پر اللہ تعالی سے درخواست کرتے ہیں کہ پست دنیا سے دلبستگی کو ان کے دل سے نکال دے جو خالق سے وصل ہونے میں مانع ہے[۲]۔ آپ فرماتے ہیں کہ پروردگار! محمد وآل محمد پر درود بھیج اور ہمارے دل کو اپنی محبت اور اپنی دوستی کے لئے خالی کردے اور اپنی یاد میں مشغول کردے۔[۳]

دنیاوی اور اخروی حیات کا مالک: امام زین العابدینؑ قرآن کی تاسی میں انسان کو ایسا موجود سمجھتے ہیں جس کی زندگی صرف عالم مادہ اور حیات دنیوی تک محدود نہیں ہے بلکہ موت قیامت کے جاوداں مقام تک پہونچنے کے لئے ایک پل ہے۔ صحیفہ سجادیہ میں مختلف مقامات پر امامؑ نے اس کی تصویر کشی کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ ایک نیک انسان کو اس دنیا کے علاوہ دوسری دنیا کی حیات جاودانی کی فکر لاحق ہوتی ہے۔ وہ اس سے ہرگز غافل نہیں ہوتا۔ "(پالنے والے) جس دن پردے اٹھ جائیں گے (یعنی قیامت میں) اس دن مجھے ہلاک نہ کرنا"۔

حضرتؑ اس خواہش کے فوراً بعد اپنی دنیاوی ضرورتوں کو بیان کرتے ہیں اور دنیاوی محتاجی کو دور کرنے کی درخواست پیش کرتے ہیں:

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۱، بند ۱۷

۲۔ ایضاً، دعا، ۴۷، بند ۱۰۹

۳۔ ایضاً، دعا، ۲۱، بند ۱۰

"مخلوقات سے بے نیازی، بری باتوں سے پاک دامنی، زندگی میں آسائش، بے خوفی، تندرستی، رزق میں وسعت، اطمینان اور آسودگی اور بدی وابتلاء سے دوری عنایت فرما"۔[۱]

صاحب اختیار وارادہ: قرآن مجید کے نقطہ نظر سے انسان فاعل مختار ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ہم نے اس کے لئے سبیل ہدایت پیدا کر دی ہے، اب وہ شکر بجالائے یا کفران نعمت کرے۔[۲] امامؑ بھی انسان کو صاحب اختیار بتاتے ہیں۔ آپ کی نظر میں بھی انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"خدایا میں تیرا وہ بندہ ہوں جسے تو نے پیدائش سے پہلے اور پیدائش کے بعد نعمتیں دیں اور ان لوگوں میں قرار دیا جنہیں تو نے اپنے دین (اسلام) کی طرف ہدایت کی اور اپنے حق کو انجام دینے کی توفیق عطا کی۔ اسے اپنے ریسمان میں جکڑ کر اسے اپنے گروہ میں قرار دیا۔ اپنے دوستوں کی دوستی اور اپنے دشمنوں کی دشمنی کی طرف رہبری کی۔ پھر تو نے اسے حکم دیا لیکن اس نے فرماں برداری نہیں کی اور اسے منع کیا لیکن وہ باز نہیں آیا۔ تو نے معصیت اور نافرمانی سے روکا مگر اس نے تیرے فرمان کے خلاف کام کیا اور جس سے منع کیا تھا اسی کا مرتکب ہو گیا"۔[۳]

دعاؤں کے پیرایہ میں امام زین العابدینؑ کی جو عبارتیں ملتی ہیں ان میں انسان کو اسی حد تک فاعل مختار بتایا گیا ہے کہ وہ امر ونہی اور ہدایت کے بعد بھی مخالفت کر کے گناہ کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔

انسان اپنے اعمال کا اسیر ہے: امام زین العابدینؑ ترپن نمبر کی دعا میں آثار گناہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑی صراحت سے فرماتے ہیں کہ بشر اپنے اعمال کے نتائج میں جکڑا ہوا ہے۔ وہ اپنی سعادت اور شقاوت خود معین کرتا ہے۔ دوسری جگہ انسان کی پشیمانی کو اپنی زبان سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خدایا! میں افراط اور اپنے حد سے تجاوز کی بنا پر تیری بارگاہ میں ذلیل وخوار ہوں۔ برے کردار واعمال نے مجھے ہلاک کر دیا ہے"۔[۴]

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا، ۴۷، بند ۱۳۰
۲۔ سورہ انسان، آیت ۳
۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۴۷، بند ۶۷
۴۔ ایضاً، دعا ۵۲، بند ۷

انسان دوستی: انسان کی ایک مثبت خصوصیت اس کی انسان دوستی ہے جس کا سرچشمہ اس کی فطرت ہے۔ صحیفۂ سجادیہ کے مختلف حصوں میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ مثلاً ۳۹ ویں دعا میں لوگوں سے سچی دوستی کی بہترین روش کو دعا کی زبان میں بیان کیا گیا ہے۔

اس طرح ماہ مبارک رمضان آنے سے پہلے آپ نے خداوند عالم سے خدمت خلق کی توفیق طلب کی ہے جس میں عوام الناس سے دوستی کا پہلو مضمر ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"مجھے اس مہینہ میں توفیق عنایت فرما کہ میں اپنوں کے ساتھ نیکی کر سکوں اور ہمسایہ کے ساتھ احسان اور بخشش کر سکوں۔ ہمارے پاس مظالم اور ظلم و ستم کے ذریعہ جو سرمایہ آیا ہے اسے زکات کے ذریعہ خالص کرنے کی توفیق دے"۔[۱]

اس دعا میں امام زین العابدینؑ نے انسان دوستی کے مراتب اور اس پر عمل کرنے کے مختلف طریقوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

صحیفہ سجادیہ میں انسان کی منفی خصوصیات

امام سید سجادؑ نے راز و نیاز کے پیرایہ میں انسان کی کمیوں اور منفی خصوصیتوں کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ خصوصیات انسان کے ضعیف پہلو ہیں۔ ہم یہاں پر بعض خصوصیات کی طرف اشارہ کریں گے:

اپنی ذات کا اسیر: حیوانی خواہشوں اور ہوائے نفس کا غلبہ اور اپنے ہی دام میں اسیر ہو جانا، انسان کا ایک کمزور پہلو ہے۔ قرآن کی تعبیر کے مطابق انسان کا نفس ہمیشہ اسے بدی اور کجی کی طرف لے جاتا ہے، مگر یہ کہ پروردگار کا رحم و کرم شامل حال ہو۔[۲]

امام سجادؑ نے مختلف جگہوں پر انسان کی اس کمزوری کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ ہوائے نفس کا اسیر انسان خود اپنی ذات کا اسیر ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ نے ایک دعا میں نفس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگی ہے کیونکہ نفس ہمیشہ برائیوں کی طرف کھینچتا چلا جاتا ہے۔ دوسری جگہ آپؑ خدا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۴۴، ص ۱۰

۲۔ سورہ یوسف، آیت ۵۳

"خدایا میں تیرا بندہ ہوں جسے تو نے پیدا کرنے سے پہلے اور پیدا کرنے کے بعد نعمتوں سے نوازا۔ پھر تو نے اسے حکم دیا لیکن اس نے نافرمانی کی۔ تو نے اسے منع کیا لیکن وہ باز نہیں آیا۔ وہ تیری نافرمانی کا مرتکب ہوا۔ یہ تجھ سے دشمنی اور سرکشی کی بنا پر نہیں تھا بلکہ جس کا حکم دیا تھا اور جس سے روکا اور ڈرایا تھا، ہوائے نفس نے ان چیزوں کی طرف بلایا۔"[۱]

حسد اور تنگ نظری: انسان کا ایک کمزور پہلو یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کی کامیابی کو برداشت نہیں کرتا۔ امامؑ نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ان کی ذات پر اپنی عطاؤں کو حاسدوں سے مخفی رکھا۔ دوسری جگہ آپؑ اللہ تعالی سے درخواست کرتے ہیں کہ مجھے اس سے نہ آزمانا جو دوسروں کو دیا ہے اور انہیں اس سے نہ آزمانا جو مجھ کو نہ دے کر انہیں دے دیا ہے کہ میں تیری مخلوقات سے حسد کروں۔[۲]

ایک مقام پر آپ حسد کو شیطانی عمل قرار دیتے ہیں جسے خدا کی عظمت اور قوت پر غور وفکر کے ذریعہ دور کیا جاسکتا ہے:

"شیطان جھوٹ، گمان اور حسد کو دلوں میں ڈالتا ہے، خدایا تو اسے اپنی عظمت اور توانائی کی یاد اور دشمن پر عاقبت اندیشی میں بدل دے"۔[۳]

بے صبری: گناہ، بلاء، فقر، لذت اور اطاعت خدا کے موقع پر انسان کی بے صبری اس کی ایک منفی خصوصیت ہے وہ دیرپا حلال پر کم مدت والے حرام کو ترجیح دیتا ہے جسے قرآن میں "عجلہ" جلد بازی[۴] سے تعبیر کیا گیا ہے۔

امام زین العابدینؑ نے بھی انسان کے اس ضعیف پہلو کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انسان بردباری اور صبر کے معاملہ میں کمزور ہے:

"بارالہا! حرص، غضب، حسد اور صبر وشکیبائی میں کمزوری سے تجھ سے پناہ چاہتا ہوں"۔[۵]

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۴۷، بند ۶۷۔۶۸

۲۔ ایضاً، دعا ۳۵، بند ۲ و ۳

۳۔ ایضاً، دعا ۲۰، بند ۱۳

۴۔ سورہ اسراء، آیت ۱۱

۵۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۸، بند ۱

"پالنے والے! رنج پر توانائی، ابتلاء پر صبر اور درویشی پر قدرت نہیں ہے"۔[۱]

اس دعا میں بھی انسان کی بے صبری اور عدم بردباری کا تذکرہ ہے اور امام نے اس دعا میں اس کمی کو دور کرنے کے لئے اس سے مدد مانگی ہے۔

شہوات کے مدمقابل کمزوری: قرآن کریم نے جہاں انسان کو سب سے اعلیٰ مخلوق بتایا ہے وہیں اس کی کمزوری کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے خلق الانسان ضعیفاً (انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے)۔[۲] مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی شہوانی قوت کے سامنے کمزور ہے۔امام زین العابدینؑ نے اس کمزوری کا بار بار ذکر کیا ہے اوراس کے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی ہے:

"اور جب ہمارے دل میں دو ارادے پیدا ہوں، ایک تجھے راضی کرنے والا اور دوسرا ناراض کرنے والا ہو تو ہمیں ادھر موڑ دینا جس میں تیری رضا ہو اور ان معاملات میں ہمارے نفس کو آزاد نہ چھوڑ دینا کہ تیری توفیق کے بغیر ہمیشہ باطل ہی کو اختیار کرے گا اور اس کا کام ہی برائیوں کا حکم دینا ہے جب تک تیرا رحم و کرم شامل حال نہ ہو جائے۔"[۳]

"پالنے والے یہ سچ ہے کہ تو نے ہمیں ضعیف پیدا کیا ہے اور ہماری بنیاد کمزوری پر رکھی ہے"۔[۴]

"پالنے والے میں صبح وشام اس حالت میں کرتا ہوں کہ تیرا ذلیل وخوار بندہ ہوں، تیری مدد کے بغیر میں سود وزیاں پر طاقت نہیں رکھتا۔ جو بات میں نے کہی ہے اس پر میں گواہ ہوں اور اپنی بیچارگی کا اقرار کرتا ہوں"۔[۵]

خواہشوں کا غلام: آرزو، ہمت، توانائی اور انسانی امکانات میں اگر ہم آہنگی ہو جائے تو تحریک اور تبدیلی پیدا ہوتی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ بشر کی بہت سی آرزوئیں دنیوی اور حاصل نہ ہونے والی ہیں اور

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۲، بند ۲

۲۔ سورہ نساء، آیت ۲۷

۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۹، بند ۳ و ۴

۴۔ ایضاً، دعا ۹، بند ۵

۵۔ ایضاً، دعا ۲۱، بند ۷

اس کی توانائی اور خواہشوں میں ہم آہنگی نہیں ہے اسی وجہ سے وہ کامیاب نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اپنی زندگی میں ناامیدی کا شکار ہو کر مواقع کو کھو دیتا ہے۔

امام زین العابدینؑ نے چند مقامات پر اس کمزوری کی طرف نے اشارہ فرمایا ہے:

”میں تجھ سے درخواست کرتاہوں اے میرے مولا، اے میرے آقا، یہ اس کی درخواست ہے جو درازی آرزو کی بناپر بے معنی کاموں میں مشغول ہوگیا ہے۔“[1]

”میں تجھ سے درخواست کرتاہوں اور یہ اس کی درخواست ہے آرزوئیں جس پر غالب آگئی ہیں اور جو خواہش نفس میں گرفتار ہوگیا ہے“۔[2]

غرور اور خود فریبی: انسان کی ایک کمزوری خود فریبی ہے۔اس کی طرف امامؑ نے اپنی دعا کی زبان میں اشارہ کیا ہے۔ مثلاً بیسویں دعا میں آپ نے خود فریبی کو عبادتوں کو برباد کردینے والا قرار دیا ہے اور خدا سے مدد طلب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”ہمیں صاحب عزت و کرامت قرار دے اور کبر و سر بلندی (اور خود فریبی) میں مبتلا نہ کر تو اپنی بندگی کے لئے ہمیں رام کردے اور ہماری عبادت کو خود فریبی سے تباہ نہ کر“۔[3]

دوسری دعا میں خدا سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

”خدایا! محمد وآل محمد پر درود بھیج اور لوگوں کے درمیان مجھے کسی درجہ اور مقام سے سرفراز نہ فرما مگر یہ کہ میرے نفس کے نزدیک اتنا ہی اسے پست کردے اور میرے لئے آشکارا ارجمندی عطانہ کر مگر یہ کہ مجھے میری نظر میں اتنا ہی ذلیل وخوار کردے“۔[4]

دام غفلت: سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۷۹ میں غفلت اور غافلین کی بڑی اچھی تصویر کشی کی گئی ہے:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۔ ترجمہ: اور

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۵۲، بند ۸

۲۔ ایضاً، دعا ۵۲، بند ۹

۳۔ ایضاً، دعا ۲۰، بند ۴

۴۔ ایضاً، دعا ۲۰، بند ۳

یقیناً ہم نے انسان و جنات کی ایک کثیر تعداد کو گویا جہنم کے لئے پیدا کیا ہے کہ ان کے پاس دل ہیں مگر سمجھتے نہیں ہیں اور آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ہیں اور کان ہیں مگر سنتے نہیں ہیں - یہ چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں اور یہی لوگ اصل میں غافل ہیں۔

مختلف موارد میں امام سجادؑ نے غفلت کو گمراہی اور گناہ کا سبب قرار دیا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر تو مجھ پر عذاب کرے گا تو میں نے یقیناً اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور خطا، تقصیر اور غلطی کا راستہ اختیار کیا ہے اور میں نے اپنے حصہ سے غفلت کی ہے اور اگر تو میرے گناہوں کو بخش دے تو، تو سب سے بڑا مہربان ہے۔"[۱]

دوسرے مقام پر آپ بیان فرماتے ہیں کہ غفلت انسان کو مقصد تخلیق سے دور کر دیتی ہے یعنی تدریجی ترقی کی راہ پر چلنے، حضرت حق کی بندگی اور اپنی ذمہ داریوں پر عمل کرنے سے دور کر دیتی ہے: "جو چیز ہم سے طلب کی جارہی ہے اس سے ہماری غفلت پر وائے ہو"[۲]۔

ناشکری اور کفران نعمت: انسان کی ایک منفی صفت ناشکری اور کفران نعمت ہے۔ خدا نے قرآن مجید میں پندرہ سے زیادہ مقامات پر اس کی کا ذکر کرتے ہوئے بہت سے نمونے پیش کئے ہیں:

إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ۔ ترجمہ: انسان بڑا انکار کرنے والا اور ناشکرا ہے۔[۳]

مختلف مقامات پر امام چہارم نے انسان کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انسان اپنے ہم نوع افراد کی نیکی اور خداوند عالم کی نعمتوں کے سلسلہ میں بہت ناشکری اور ناقدری کرتا ہے:

"ساری حمد اس اللہ کے لئے ہے جو اپنی نعمتوں اور متواتر رحمتوں پر شکریہ ادا کرنے کی معرفت کو اپنے بندوں سے روک لیتا تو سب اس کے احسانات میں تصرف کرتے اور کوئی حمد نہ کرتا۔ سب اس کے وسیع رزق کو حاصل کرتے اور کوئی شکریہ ادا نہ کرتا"۔[۴]

۱۔ صحیفہ سجادیہ، ص ۳۵۵
۲۔ ایضاً، دعا ۵۳
۳۔ سورہ حج، آیت ۶۶
۴۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۱، بند ۸

اسی دعاء کے اگلے فقرے میں آپ اس عیب کی عجیب تعبیر پیش فرماتے ہیں: "اگر ایسا ہو جاتا تو انسانیت کی حدوں سے نکل کر جانوروں کی منزل میں آجاتے"۔[1]

صحیفۂ سجادیہ میں انسان کامل

اسلام کی نظر میں انسان کامل یا آئیڈیل انسان وہ ہوتا ہے جس کے اندر نہ صرف یہ کہ کسی طرح کی اخلاقی کمی نہیں ہوتی بلکہ تمام انسانی فضائل ہم آہنگ طریقہ سے اس کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ اس مقام پر سید سجادؑ کی زبان سے انسان کامل کی بنیادی خصوصیتیں ملاحظہ فرمائیں۔

انسان کامل کی ایمانی خصوصیتیں

انسان کی معنویت کا ایک بنیادی عنصر ایمان ہے جس کے بغیر بشر ناقص اور غیر متوازن ہوتا ہے اور اس کی روحانی سلامتی پر آنچ آتی ہے۔ انسان کے طبیعی میلان کے برخلاف، مذہبی ایمان صرف تکالیف کے مجموعہ کو ہی معین نہیں کرتا بلکہ اس کی نظر میں دنیا کا چہرہ بدل دیتا ہے اور دنیا کی ساخت میں محسوس عناصر پر کچھ عناصر کا اضافہ کرتا ہے۔ خشک، بے روح اور مادی دنیا کو ایک ایسی دنیا میں تبدیل کر دیتا ہے جو جاندار اور آگاہ ہے۔ مذہبی ایمان دنیا اور خلقت کے بارے میں انسان کے تصورات کو بدل دیتا ہے۔ قرآن بھی کہتا ہے:

> فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ ترجمہ: آپ اپنے رخ کو دین کی طرف رکھیں اور باطل سے کنارہ کش رہیں کہ یہ دین وہ فطرت الٰہی ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔[2]

توحید پر ایمان: امام زین العابدینؑ کی نظر میں خدا پر ایمان، توحید خالص پر عقیدہ اور ہر طرح کے شرک والحاد سے انسان کامل کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اس راستہ میں جسے توفیق مل جائے اسے حضرت حق سبحانہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ امام سجادؑ نے اپنی تمام دعاؤں میں انسان کامل کی اس خصوصیت کا ذکر فرمایا ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں:

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۱، بند ۹

۲۔ سورہ روم، آیت ۳۰

”اس خدا کی تعریف جس نے ہمیں اپنی معرفت عطا کی اور جس نے ہمیں اپنی پہچان دی۔ اور اپنے لامتناہی علم ربوبیت کا دروازہ ہم پر کھولا اور اپنے لطف و کرم سے توحید کے مقام رفیع کی طرف ہماری رہنمائی کی اور شرک، الحاد اور اپنے امر میں شک و تردید سے دور رکھا۔“ [1]

عدالت پر ایمان: دین مبین اسلام کی ایک اصل عدالت ہے جسے امام سجادؑ نے اپنی دعاؤں میں چند مقامات پر بیان کیا ہے تاکہ انسان کامل کے صحیح ادراک کا راستہ ہموار ہوسکے۔ آپ نے ہر جگہ اس بات پر زور دیا ہے کہ ہر چیز خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس کے ارادہ کی محتاج ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”مجھے معلوم ہے کہ تیرے حکم وفرمان میں ظلم نہیں ہے اور گناہ کے سلسلہ میں تیرے انتقام میں جلدی نہیں ہے۔ جلدی تو بس وہی کرتا ہے جسے وقت کے فوت ہو جانے کا خوف ہوتا ہے اور ضعیف و ناتواں کو ظلم و ستم کی ضرورت پڑتی ہے، میرے خدا تو ظلم اور جلد بازی سے بری ہے۔ تو بزرگ اور برتر ہے۔“ [2]

امامؑ نے خدا کی عدالت کی دلیل بھی بیان کر دی ہے کہ چونکہ خدا ضعیف نہیں ہے اس بناپر اسے ظلم اور بے انصافی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس طرح یا اعدل العادلین [3] یا لاا خشی الا عدلہ جیسے جملے اس کی عدالت پر دلالت کرتے ہیں۔

حضرت محمدؐ کی نبوت پر ایمان: ایک انسان کامل کے لئے انبیائے الٰہی خصوصاً حضرت ختمی مرتبتؐ کی نبوت پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی بہت ساری دعاؤں میں انبیاء کی معرفت و رسالت ختمی مرتبت پر ایمان رکھنے کو انسان کی زندگی کی بڑی قدرت و منزلت والی شئے قرار دی ہے:

۱۔ صحیفہ سجادیہ، ص ۳۰
۲۔ ایضاً، دعا ۴۸، بند ۱۰
۳۔ ایضاً، دعا ۴۵، بند ۵۴

"پروردگارا! رسول اکرمؐ پر درود کے بعد تیرے عرش عظیم کے حاملین پر درود ہو، وہ تیری تسبیح اور تنزیہ سے نہیں تھکتے... نیز جبرئیل پر درود ہو جو تیرے وحی کے امین ہیں، جو آسمان کے فرشتوں کے سردار ہیں"۔[۱]

اس طرح حضرتؑ نے دوسری دعا میں انسانی زندگی میں نبوت کے اثرات اور اس کی اہمیت کو واضح طور پر بیان کیا ہے اور امت اسلام کے لئے اسے ایک مخصوص نعمت قرار دیا ہے اور اسے خدائی احسان کے عنوان سے یاد کیا ہے:

"اس خدا کا شکر ہے جس نے پیغمبرؐ کے ذریعہ ہم پر احسان فرمایا، ایسا احسان جس سے گذشتہ امتیں اور ماضی کے انسان بے بہرہ تھے"۔ [۲]

اسی طرح اس دعا کے دوسرے حصہ میں بیان ہوتا ہے:

" پروردگار حضرت محمد مصطفیٰ پر درود بھیج کہ وہ تیرے وحی کے امین ہیں اور تمام مخلوق سے زیادہ صاحب شرف اور عظمت ہیں۔ وہ امام و پیشوائے رحمت و فیض ہیں وسیلہ اور قائد خیر عالم اور مفتاح برکات ہیں"۔[۳]

ان دونوں دعاؤں میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے دعا کی زبان میں پیغمبر اکرمؐ کا مرتبہ اور آپ کی رسالت کا ذکر ایسے حسین انداز میں کیا ہے کہ پڑھنے والا نبوت پر ایمان کی اہمیت کو اچھی طرح جان جائے گا اور دین اسلام کی اس اصل سے کما حقہ واقف ہو جائے گا۔ اکثر دعاؤں کے آغاز میں اور آخر میں درود وسلام کا ذکر، پیغمبرؐ کی نبوت اور خاتمیت پر ایمان کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے جس کے بغیر انسان کا انسان کامل بننا بے معنی ہے۔

امامت پر ایمان: خدا کا مومنین سے پیغمبر اور اولی الامر [۴] کی اطاعت کا مطالبہ، پیغمبرؐ اکرم کے ذریعے اپنے ماننے والوں کو قرآن و عترت سے تمسک کی دعوت [۵]، مکتب نبوی کے تعلیم یافتہ مفسرین قرآن کی عقلی

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۳، بند ۱ سے ۶

۲۔ ایضاً، دعا ۲، بند ۱

۳۔ ایضاً، دعا ص ۴۵

۴۔ سورہ نساء، آیت ۵۹

۵۔ حکیمی، محمد رضا، الحیاۃ، جلد ۲، ص ۱۹

ضرورت جو قرآن کی تشریح کے ساتھ ساتھ امت کی ہدایت بھی کر سکیں، ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کامل کا ائمہ اطہار پر راسخ عقیدہ رکھنا ضروری ہے ورنہ انسان کامل کی ایمانی بنیادی شرط ہی ختم ہو جائے گی۔

امام علی بن الحسین علیہ السلام بڑے دشوار زمانہ اور شدید تقیہ کے دور میں مخفی طور پر امامت کے عہدہ پر فائز ہوئے [1] اور اپنی مخصوص روش کے مطابق تنہائی میں راز و نیاز کے پیرایہ میں مسئلہ امامت اور ایمان کو مختلف انداز سے بیان کیا۔ امامت پر یقین رکھنے والے انسان کامل کی نشاندہی آپ اس طرح فرماتے ہیں:

> "پالنے والے! پیغمبر کے ان طیب و طاہر اہلبیت پر رحمت نازل فرما جنہیں تو نے اپنے امر کے لئے منتخب کیا ہے اور اپنے علم کا خزانہ دار، اپنے دین کا محافظ، اپنی زمین کا خلیفہ اور اپنے بندوں پر اپنی حجت قرار دیا ہے اور انہیں اپنے ارادہ سے ہر رجس و آلودگی سے اس طرح پاک کیا ہے جو پاکیزگی کا حق ہے اور پھر انہیں اپنی بارگاہ کے لئے وسیلہ اور اپنی جنت کا راستہ بنا دیا ہے"۔ [2]
>
> "پالنے والے! ہمیں اہل توحید، اہل ایمان، اپنے پیغمبروں اور ان پیشواؤں کے لئے اہل تصدیق و اعتراف قرار دے جن کی اطاعت کو تو نے واجب کی ہے.. اے ہر مخلوق کے پروردگار"۔ [3]

قیامت پر ایمان: دینی انسان شناسی کہ نقطہ نظر سے بشر کی زندگی دنیا اور مادی حیات تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ اپنی با مقصد اور ذمہ دارانہ زندگی کا کچھ حصہ اس دنیا میں طئے کرتا ہے اور دوسرا حصہ مرنے کے بعد کی دنیا میں گذارتا ہے۔

قیامت، حساب، ثواب اور عقاب کے عقیدہ پر مبنی ایمان کا حاصل ہونا انسان کامل کی اہم خصوصیت ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے صحیفۂ سجادیہ میں اسے مختلف طریقوں سے پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ قیامت پر مضبوط عقیدہ انسان کامل کے لئے ضروری ہے:

۱۔ دیلمی او آذر بایجانی، اخلاق اسلامی، ص ۱۶۸

۲۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۴۷، بند ۵۶

۳۔ ایضاً، دعا ۴۸، بند ۱۲

ا۔آخرت بقا کا گھر ہے: "خدایا تو نے مجھ جیسے افراد کی گناہ کو اس دنیا میں عفو، در گذر،احسان اور اپنی نیکی کے ذریعہ چھپادیا ہے اور مجھے رسوا نہیں کیا ہے لہذا دار بقاء میں بھی سب کے سامنے ...اپنی پناہ میں رکھ "۔[۱]

۲۔ قیامت کا دن ایک دوسرے سے ملاقات کا دن ہے: "اے میرے پروردگار تو میرے ساتھ وہ سلوک کر کہ وعدہ گاہ آنے تک (روز قیامت تک جب جسم میں روح ڈالی جائے گی یا جب اہل آسمان اہل زمین کے ساتھ یا ظالم مظلوم کے ساتھ یا دوسرے وہ تمام افراد ایک ساتھ ہوں گے جو خدا کے علم میں ہیں) ہماری قبر آرام کی جگہ بنی رہے"۔[۲]

۳۔ روز قیامت حساب اور کتاب، رسوائی، حسرت اور پشیمانی کا دن ہے:امام سید سجادؑ کی دعا ہے کہ قیامت کے دن گناہوں کی بناپر رسوائی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔آپ نے مختلف دعاؤں میں اللہ سے یہ درخواست کی ہے :

> " قیامت کے دن جب بہت سارے گروہ جمع ہوں تو اس وقت تباہ کرنے والے گناہوں کی بناپر ہمیں ذلیل نہ کرنا ... جس دن ظالموں کے چہرے سیاہ (افسردہ) ہو یعنی افسردگی اور پشیمانی کے دن تو ہمارے چہروں کو نورانی قرار دے"۔[۳]
>
> "پالنے والے جس دن پردے (حقیقتوں سے) اٹھ جائیں (اور ہر چیز اپنی اصلی حالت میں نمودار ہو جائے) ہمیں ہلاک نہ کرنا"۔[۴]

انسان کامل کی اخلاقی خصوصیتیں

قرآن اور دینی پیشواؤں کی تعلیمات میں ایمان اور عمل کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ بہت ساری آیتوں اور حدیثوں میں ان کا ذکر ایک ساتھ ہوا ہے۔اسی وجہ سے ایک آئیڈیل اور کامل انسان صرف ایمان کے اعتبار سے دوسروں سے آگے نہیں ہوتا بلکہ اپنے کردار واخلاق کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر ہوتا ہے۔ہم یہاں پر صحیفۂ سجادیہ میں بیان کئے گئے انسان کامل کی اخلاقی خصوصیات پر ایک نظر ڈالیں گے :

ا۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۳۲ ، بند ۲۱ سے ۳۱ تک
۲۔ایضاً، دعا ۴۲، بند ۳
۳۔ایضاً ،دعا ۴۲، بند ۱۴ و ۱۶
۴۔ایضاً ،دعا ۴۷

خدا کی بندگی: توحید خالص دو چیزوں میں خلاصہ ہوتی ہے۔ ایک تو ذات، صفات اور افعال خدا کی وحدانیت پر قلبی ایمان اور دوسرے اس ایمان کا نتیجہ یعنی مکمل طور پر اسی ذات سے وابستہ اور نیاز مند رہنا اور عملی طور پر اسی کی بندگی کرنا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی تصریح صحیفۂ سجادیہ میں متعدد مقامات پر کی گئی ہے۔ امامؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"میں تیرا ہی بندہ ہوں اور تیرے ہی قبضہ میں ہوں میری پریشانی تیرے ہاتھوں میں ہے اور تیرے امر کے آگے میری کوئی بات نہیں چل سکتی ہے۔ تیرا حکم میرے بارے میں نافذ ہے اور تیرا فیصلہ میرے بارے میں عین عدل ہے۔ میرے پاس تیری سلطنت سے نکل جانے کی قوت نہیں ہے اور میں تیری قدرت سے تجاوز کرنے کا دم نہیں رکھتا ہوں اور تیری محبت کو اپنی طرف جھکا سکتا ہوں اور نہ تیری رضا تک جا سکتا ہوں اور تیری اطاعت اور تیری فضل و رحمت کے بغیر تیری نعمتوں کو حاصل بھی نہیں کر سکتا ہوں"۔[1]

شوق دیدار خدا: فطری طور پر انسان کمال کی تلاش میں رہتا ہے اور خدا کی خوشنودی اور اس کی رضامندی کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا، اسی وجہ سے ضرورتیں پوری ہونے کے بعد بھی انسان احساس نیاز اور عدم خوشنودی کرتا ہے۔ امام زین العابدینؑ نے اپنی دعاؤں میں مختلف انداز سے اسے بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"تیری بارگاہ کے علاوہ کسی اور جگہ جانے والا ناکام پلٹتا ہے اور تیرے آستانہ کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے کسی دوسری طرف متوجہ ہونے والے ضائع اور برباد اور خیر و سعادت سے محروم ہیں، سوائے ان افراد کے جو تیرے فضل واحسان کی تلاش میں ہیں"۔[2]

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"پالنے والے اپنی خوشنودی تک پہونچنے کے راستہ کو میرے لئے آسان کر دے اور میرے کردار کو نیک بنا دے"۔[3]

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۱، بند ۵ و ۶

۲۔ ایضاً، دعا ۴۶، بند ۱۳

۳۔ ایضاً، دعا ۲۰، بند ۲۶

خدا کی دوستی: خدا کا دوست بن جانا اور اس کے اولیاء کے زمرہ میں شامل ہو جانا انسان کی خاصیت ہے۔ امام چہارم علیہ السلام نے بار بار اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"(پروردگار) مجھے اپنے دوستوں میں قرار دے اور تیرے دوست (دنیا میں) کسی طرح کا رنج و غم نہیں رکھتے"۔[1]

چوالیسویں دعا میں امام علیہ السلام نے ماہ مبارک رمضان اور اس مہینہ میں عبادت کرنے والوں کی قسم دیکر فرمایا ہے کہ مجھے اپنے دوستوں کے زمرہ میں قرار دے کیوں کہ خدا کے دوستوں کا بڑا مرتبہ ہے اور اس نے انہیں خاص کرامتوں سے نوازا ہے۔

خدا کی خاطر دوستی اور دشمنی: امام زین العابدینؑ کو نہ تو امام حسینؑ کی طرح موقع ملا کہ آپ دشمن سے روبرو ہو کر دین کا دفاع فرماتے، نہ آپ کے پوتے امام جعفر صادقؑ کے زمانہ کی طرح کوئی گنجائش پیدا ہوئی کہ آپ اعلانیہ اسلام کی تعلیمات کو نشر فرماتے، لہٰذا آپ نے دعا کے پیرایہ میں اس خدمت کو انجام دینے کا بیڑا اٹھایا۔[2] آپ نے اس اہم اصل یعنی تولا اور تبرا جیسے حساس سیاسی اور سماجی مسئلہ کو راز و نیاز کے قالب میں ڈھال کر پیش فرمایا اور بتا دیا کہ خدا کی خاطر دوستی اور دشمنی ایک مومن اور کامل انسان کی پہچان ہے:

"خدایا! میں تیرا وہ بندہ ہوں جسے پیدائش سے پہلے اور اس کے بعد تو نے اپنی نعمتوں سے نوازا... اپنے دوستوں کی دوستی اور اپنے دشمنوں کی دشمنی کی طرف رہبری کی"۔[3]

"ماہ رمضان میں تو نے ہمیں توفیق عطا کی کہ ہم اپنے قرابت داروں پر بخشش اور ان کے ساتھ نیکی کریں اور جس نے دشمنی کا مظاہرہ کیا اس سے ہم صلح و آشتی سے پیش آئیں مگر یہ کہ جس نے تیری راہ میں تیری خاطر ان سے دشمنی کی ہو کیوں کہ وہ ایسا دشمن ہے جسے ہم دوست نہیں رکھتے اور وہ اس گروہ میں ہے جس سے ہم دل سے دوستی نہیں کر سکتے"۔[4]

۱۔ ترجمہ صحیفہ سجادیہ، ص ۵۸۲
۲۔ مطہری، مرتضی، سیری در سیرہ ائمہ، ص ۱۱۳
۳۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۴۷، بند ۶۷
۴۔ ترجمہ صحیفہ سجادیہ، ص ۱۰

حزب خدا میں رہنا: راہ حق کے تمام راہ رو ایک مقصد یعنی خدا کی بندگی اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم ان کو حزب اللہ کہہ سکتے ہیں اور اس گروہ میں شامل ہونا انسان کامل کی ایک اہم خصوصیت ہے۔:

أَلَآ إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ ترجمہ: اور آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کا گروہ ہی نجات پانے والا ہے۔[1]

فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ۔ ترجمہ: اللہ کی ہی جماعت غالب آنے والی ہے۔[2]

سید سجاد علیہ السلام نے اس بات کو مختلف انداز سے بیان فرمایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ایک نیک انسان یقیناً حزب اللہ کے زمرہ میں آتا ہے:

"بارالٰہی! مجھے سپاہ خدا میں قرار دے کہ تیری سپاہ ہمیشہ غالب اور فاتح ہے اور مجھے اپنے حزب میں قرار دے کہ تیرا حزب ہمیشہ کامیاب ہے"۔[3]

دنیا اور آخرت کی آبادی: چوتھے امامؑ کے مطابق انسان کامل وہ ہے جو اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو قانون الٰہی کے مطابق آباد کرے۔ اسی وجہ سے آپ فرماتے ہیں:

"جو اپنی دنیا کو آخرت کی وجہ سے اور آخرت کو دنیا کے سبب چھوڑ دے وہ ہم سے نہیں ہے"۔[4]

امام زین العابدین علیہ السلام نے صحیفۂ سجادیہ کی بہت ساری دعاؤں میں فرمایا ہے:

" جو میری دنیا و آخرت دونوں کے لئے مناسب ہو اسے عطا فرما۔"[5]

"اور دن کو تقدیر الٰہی (خورشید تاباں کے چراغ) سے روشن فرمایا تاکہ طلب رزق اور تحصیل معاش میں تیری مخلوقات تیرے فضل و کرم کے ساتھ کوشش کریں اور تجھ سے روزی طلب کریں اور زمین پر سیر کریں، دنیا کی وقتی لذت طلب کریں اور کام کے ذریعہ

۱۔ سورہ مجادلہ، آیت ۲۲
۲۔ سورہ مائدہ، آیت ۵۶
۳۔ ترجمہ صحیفہ سجادیہ، ص ۵۸۲
۴۔ دشتی، محمد، ترجمہ نہج البلاغہ، ص ۴۹
۵۔ صحیفہ سجادیہ، دعا ۲۵، بند ۹

آخرت کی لذت کا ادراک کریں کہ خدا نے لوگوں کے حال کی اصلاح کے لئے دنیا اور آخرت کے کاموں کو باہم مربوط کر رکھا ہے (اور اس نے اپنے بندوں سے دنیا و آخرت دونوں کے کاموں کو طلب کیا ہے"۔[1]

کرامت و عزت انسانی کی حفاظت: اپنے آپ کی پہچان اور اس بات کی معرفت کہ انسان ایک برتر مخلوق ہے اور اس کے اندر بڑا قیمتی گوہر پوشیدہ ہے کے باعث اس کے اندر حب ذات پیدا ہوتی ہے جو انسان کو اپنی غیرت، کرامت اور عزت نفس کی حفاظت کی دعوت دیتی ہے اور اعلیٰ اقدار کی طرف بڑھاتی ہے۔[2]

امام سید سجادؑ جنہوں نے خود درسگاہ قرآن اور نہج البلاغہ سے فیض حاصل کیا ہے، دعاؤں کی زبان میں یہ بتاتے ہیں کہ ایک کامل اور مکمل انسان ہمیشہ اپنے گوہر عزت و کرامت کی حفاظت کرتا ہے اور اسے کسی بھی قیمت پر مادیت کے بازار میں فروخت نہیں کرتا۔ آپ فرماتے ہیں:

"پس محمد و آل محمد پر درود بھیج اور اپنی قدرت و توانائی سے اپنے بندوں کو (نقصان) سے دور رکھ اور اپنی بخشش سے دوسروں سے بے نیاز بنادے"۔[3]

"مجھے اپنی بارگاہ میں ذلیل وخوار اور اپنی مخلوق کے سامنے عزیز وارجمند قرار دے۔ جب میں تیرے ساتھ خلوت میں رہوں تو انکساری کے ساتھ رہوں اور اپنے بندوں کے درمیان بلند مرتبہ اور سرفراز بنا جو شخص مجھ سے بے نیاز ہے تو مجھے اس سے بے نیاز بنا"۔[4]

دوسری جگہ مرقوم ہے کہ پروردگار! اپنی نہ ختم ہونے والی عزت سے ہمیں عزت اور ارجمندی عطا کر۔

معاشرتی ذمہ داری کا احساس: صحیفۂ کاملہ کا آئیڈیل انسان صرف اپنے لئے زندہ نہیں رہتا بلکہ وہ عوام اور معاشرہ کی ذمہ داریوں کا احساس کرتا ہے۔ جس طرح قرآن امت پیغمبرؐ کی برتری کا راز ان کے درمیان

۱۔ ترجمہ صحیفہ سجادیہ، ص ۸۲
۲۔ عاملی، حسن، وسائل الشیعہ، ص ۱۸۱
۳۔ شیروانی، علی، سرشت انسان، ص ۵۳۳
۴۔ سرشت انسان، ص ۳۵۲

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مضمر بتاتا ہے، اسی طرح جناب سید سجاد علیہ السلام نے بھی اپنی دعاؤں میں اس موضوع کو بیان فرمایا ہے:

"خدایا! محمد وآل محمد پر درود بھیج اور نیکی کرنے ، بدی سے دور رہنے ، نعمتوں کا شکر ادا کرنے، سنتوں (واجب و مستحب) کی پیروی کرنے، بدعتوں کے ترک کرنے، امر بالمعروف، نہی عن المنکر ،اصول وفروع اسلام کی حفاظت کرنے ، باطل اور نادرست باتوں کی مذمت کرنے، حق کی مدد اور عزت کرنے، گمراہوں کو راستہ دکھانے، کمزوروں کی مدد کرنے اور مظلوموں کی فریاد رسی کرنے کی اس شب وروز اور تمام روز وشب میں توفیق عنایت فرما"۔[۱]

امام زین العابدینؑ دوسروں کے مسئلہ میں اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے خدا سے رہنمائی کی درخواست کرتے ہیں تا کہ آپ کو حسن ارشاد یعنی دوسروں کی رہنمائی کرنے کی اچھی نعمت عطا ہو۔[۲]

حق کی رعایت: انسان کی ایک خصوصیت حق کی رعایت اور اس کا دفاع بھی ہے۔ انسان کامل کی یہ وہ خصوصیت ہے جس پر امام زین العابدین علیہ السلام نے صحیفۂ سجادیہ کی دعاؤں میں توجہ دی ہے:

"پالنے والے ! نیکیوں کے انجام دینے اور برائیوں سے دور رہنے، باطل کی مذمت کرنے اوراسے ذلیل سمجھنے ، حق کی مدداور عزت کرنے، گمراہوں کو راستہ دکھانے، کمزور وناتواں کی مدد کرنے اور مظلوم کی فریاد کو پہونچنے کی توفیق عطا فرما"۔[۳]

حق کے دفاع اور باطل سے مقابلہ کی اہمیت کے اعلان کے بعد امامؑ نے اس دعا میں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ یہ باتیں وقتی نہیں ہیں بلکہ یہ ایسا فریضہ ہے جو ہمیشہ عائد ہوتا ہے اور اسلامی ثقافت کا حصہ ہے:

" پالنے والے محمد وآل محمدؐ پر درود بھیج اور مجھے صالحین کا انداز عطا فرما، متقین کی زینت کا لباس مرحمت فرمااور عدل وداد کی وسعت اور حق گوئی کے زیور سے مجھے زینت بخش"۔[۴]

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا۶۰، بند ۱۸و۱۹
۲۔ ایضاً، دعا۱۸، بند ۲۰
۳۔ایضاً، دعا۲۰، بند ۱۸
۴۔ایضاً، دعا۲۰ ، بند۱۰

ظلم ستیزی : صحیفۂ سجادیہ کے آئیڈیل انسان کی خصوصیت ظلم ستیزی ہے، وہ نہ ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم سہتا ہے، کیوں کہ قرآن کے مطابق ظلم کا ثمرہ اور ظالم کی طرف جھکاؤ کا نتیجہ جہنم اور آخرت کا عذاب ہے۔[۱] حضرت نے بارہا یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ اللہ آپ کو ظلم کرنے اور ظلم سہنے سے محفوظ رکھے :

"پالنے والے ! محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیج اور مجھے اپنی پناہ و رحمت میں رکھ تاکہ میں ظلم کا شکار نہ بن جاؤں اور نہ دوسروں پر ظلم کروں حالانکہ تو مجھے ستم سے روکنے پر قادر ہے"۔[۲]

"ایک دوسری دعا میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے ظالموں کا پشت پناہ اور مددگار نہ قرار دے اور کتاب خدا کے محو کرنے والوں کا معاون نہ بنا"۔[۳]

ایک مقام پر آپ بارگاہ احدیت میں معذرت طلب کرتے ہوئے بڑے ہی خاضعانہ انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ پالنے والے ! میں اس مظلوم کے بارے میں معذرت خواہ ہوں جس پر میرے سامنے ظلم کیا گیا اور میں نے اس کی مدد نہ کی۔[۴]

شکر: قدر شناسی اور شکر گزاری بھی صحیفۂ سجادیہ کے آئیڈیل انسان کی ایک خصوصیت ہے۔ ان دعاؤں کے مجموعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ الٰہی نعمتوں کا شکر ادا کرنا بہت اہم فریضہ ہے جس سے ایک کامل اور مکمل انسان ہرگز چشم پوشی نہیں کرتا۔

ادائے شکر کو امام زین العابدین علیہ السلام نے اتنا اہم سمجھا ہے کہ آپ ناشکری کرنے والوں کو چوپایوں کے زمرہ میں شمار فرماتے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ پست جانتے ہیں کیوں کہ نعمتوں کا کفران اور ناقدری بے عقلی کی علامت ہے۔ دوسروں کی نیکیوں کے سلسلہ میں ناشکری سے امامؑ اللہ کی بارگاہ میں پناہ مانگتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ دوسروں کی نیکیوں کی قدردانی کی بڑی اہمیت ہے :

"پالنے والے ! جس نے میرے ساتھ نیکی کی ہے اس کی ناشکری اور حرص و آز سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں"۔[۵]

۱۔ سورہ ہود، آیت ۱۱۳

۲۔ صحیفہ سجادیہ، دعا۲۰، بند ۱۴

۳۔ ولا تجعلنی للظالمین ظہیرا ولا لھم علی محو کتابک یدا و نصیراً (صحیفہ سجادیہ، دعا۴۷، بند ۱۳۲)

۴۔ صحیفہ سجادیہ، دعا۳۸، بند ۱

۵۔ ایضاً، دعا۳۸، بند ۳

"پالنے والے! میں ان نیکیوں کے بارے میں معافی چاہتا ہوں جو مجھے عطا کی گئی اور میں ان کا شکریہ ادا نہیں کیا"۔[۱]

فروتنی : کبر اور نخوت سے دوری اور تواضع وفروتنی صحیفۂ سجادیہ کے کامل انسان کی خصوصیت ہے۔ اس خصوصیت کو بیان کرنے کے لئے امام زین العابدین علیہ السلام نے مختلف انداز اختیار کیا ہے۔ کبھی آپ پروردگار سے یہ فرماتے ہیں کہ وہ انہیں اس حال میں نہ چھوڑے کہ مال ودولت انہیں خود فریبی، طغیان اور بغاوت پر آمادہ کردے اور کبھی آپ نے غریبوں کی ہمنشینی کی شکل میں فروتنی کو طلب کیا ہے:

"پالنے والے! فقراء اور درویشوں کے ساتھ ہمنشینی کو میرے لئے محبوب بنادے اور ان کی ہمنشینی پر صبر عنایت فرما"۔

کبھی آپ نے ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کے قالب میں فروتنی کی درخواست کی ہے:

"خدایا ہمیں ہمسایوں کے ساتھ فروتنی اور نرمی کرنے کی توفیق عنایت فرما"۔[۲]

خدا سے آپ کی یہ درخواست کہ وہ انہیں تکبر میں مبتلا نہ کرے اور خود فریبی کی بنا پر ان کی عبادتوں کو باطل نہ کرے اور فخر ومباہات سے بچائے، اس بات کی دلیل ہے کہ امام سجادؑ کی نظر میں انسان کامل کبر ونخوت سے دوری اختیار کرتا ہے اور فروتنی وتواضع کو پسند کرتا ہے۔

امامؑ کبر ونخوت اور خود فریبی سے دوری کو نہ صرف دوسروں کے ساتھ برتاؤ میں پسند کرتے ہیں بلکہ اسے انسان کی اندرونی حالت سمجھتے ہیں:

"پالنے والے! محمد وآل محمد پر رحمت نازل فرما اور لوگوں کے نزدیک ہمارے کسی درجہ کو بلند نہ کرنا جب تک کہ خود ہمارے نزدیک ہمیں پست نہ بنادینا اور ظاہری طور پر عزت نہ دینا جب تک کہ نفس کے اندر احساس ذلت نہ پیدا ہو جائے"۔[۳]

۱۔ صحیفہ سجادیہ، دعا۳۸، بند ۱
۲۔ ایضاً، دعا۲۶، بند ۳
۳۔ایضاً، دعا۲۰، بند ۴

نتیجہ

دوسرے ائمہ کی طرح امام زین العابدین علیہ السلام بھی دین کی طرف ہدایت اور اچھے برے کی تبیین کے لئے ذمہ دار تھے لیکن آپ کا طریقہ کار دوسرے ائمہ سے ذرا مختلف ہے اور یہ فرق سیاسی حالات کی دین ہے۔آپؑ نے دین کی تعلیم وتربیت کا جو طریقہ اختیار کیا وہ دعا کا طریقہ ہے۔آپ نے اسی پیرایہ میں انسان کی ذمہ داریوں کو بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ انسان کامل وہی ہے جو مادی اور معنوی ضرورتوں کو منطقی بنیادوں پر پوری کرے،اپنی دنیا وآخرت دونوں کو آباد کرے اور ان دونوں کا لازمہ یہ ہے کہ خدا کی بندگی، عوام کی خدمت، ظلم سے مقابلہ اور مظلوم کا دفاع کرے، نیکیوں کا حکم دے،برائیوں سے روکے، حق کی طرف داری کرے اور اللہ والا بن کر خدا کی طرف رخ کرے۔

منابع و مآخذ

- الٰہی قمشہ ای، ترجمہ صحیفۂ سجادیہ، انتشارات اسلامی، تہران، ۱۳۸۷
- حکیمی، محمد رضا، الحیاۃ، ج ۲، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران، ۱۴۰۹ق
- دشتی، محمد، ترجمہ نہج البلاغہ، انتشارات نسیم حیات، قم، ۱۳۷۹
- دیلمی، اوآذر باہجانی، اخلاق اسلامی، نشر معارف، قم، ۱۳۸۰
- شیروانی، علی، سرشت انسان، انتشارات معارف، قم، ۱۳۷۶
- عاملی، حسن، وسائل الشیعہ، ج ۱۲و۱۱، تراث العربی، بیروت، ۱۳۷۰
- فیض الاسلام، علی نقی، ترجمہ صحیفہ کاملہ سجادیہ، تہران، ۱۳۷۵
- کاشف الغطاء م۔ح، این است آئین ما، ترجمہ مکارم شیرازی، مطبوعاتی ہدف، قم، ۱۳۷۴
- مسعودی، علی بن الحسین، اثبات الوصیۃ، مؤسسہ انصاریان، قم، ۱۴۱۷ق
- مطہری، مرتضیٰ، سیری در سیرہ ائمہ اطہار، انتشارات صدرا، تہران، ۱۳۷۶